کشمیر کی سرگذشت

(۲)

براہِ راست گفت وشنید کی کوششیں

پاکستان شروع ہی سے پسند کرتا رہا ہے کہ اس تنازعہ کو والیٔ کشمیر اور بھارتی حکومت کے ساتھ براہِ راست گفت وشنید سے طے کیا جائے۔ اس کے باوجود جوں جوں وقت گزرتا گیا، بھارت کے ساتھ براہِ راست بات چیت کی سلسلہ جنبانی بھی دشوار تر ہوتی چلی گئی۔ پاکستان نے اس کی پانچ بار کوشش کی ہے۔

پہلی کوشش بالکل ہی ابتداء میں ہوئی۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو (الحاق سے کچھ دن بعد) قائدِ اعظم نے بھارت اور پاکستان کے گورنر جنرلوں اور وزرائے اعظم، نیز مہاراجہ کشمیر اور اس کے وزیرِ اعظم کے مابین ایک مذاکرہ کی تجویز کی۔ بھارتی حکومت نے یہ تجویز منظور کر لی لیکن مذاکرہ نہ ہو سکا کیونکہ مسٹر نہرو پہلے تو بیمار پڑ گئے پھر شمولیت سے معذوری ظاہر کی اس لئے کہ انھیں جیسا سننے میں آیا ہے، پاکستان کے یہ الفاظ پسند نہ تھے کہ الحاق فریب کارانہ ہے۔ تاہم جب قائدِ اعظم کی بھارتی گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے سہ نکاتی تجویز پیش کی۔

(۱) فوری جنگ بندی

دونوں حکومتیں اپنے اپنے گورنر جنرلوں کو یہ اعلان فی الفور جاری کرنے کی اجازت دیں کہ کشمیر میں تمام فوجوں کو جنگ بندی کا ۴۸ گھنٹے کا نوٹس دیا جائے۔ اگرچہ حکومتِ پاکستان کو حکومتِ کشمیر کی برسرِ پیکار افواج پر کوئی اختیار نہ تھا۔ پھر بھی یہ انھیں صاف صاف الفاظ میں تنبیہ

کرنے پر تیار تھی کہ اگر وہ فی الفور جنگ بندی کا حکم نہیں مانیں گی تو دونوں مستعمرات ان کے خلاف جنگ کردیں گی۔

(۲) افواج کا ہٹالینا۔

بھارتی مستعمرہ کی افواج اور قبائلی دونوں بیک وقت فی الفور ریاستی علاقے سے پرے ہٹ جائیں۔

(۳) دونوں گورنر جنرلوں کو ان کی حکومتیں یہ اختیار دیں کہ وہ ریاست میں امن قائم کریں اور بلا تاخیر مشترکہ اختیار اور نگرانی کے تحت رائے شماری کا بندوبست کریں۔

نہرو نے اپنے جواب میں اوّل تو پاکستان سے یہ عہد لیا کہ وہ 'حملہ آوروں' کو کشمیر سے پرے ہٹنے پر مجبور کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ سعی کرے۔ دوسرے بھارتی سپاہی اس وقت تک کشمیر میں رہیں گے جب تک وہ حملہ آوروں، کو نکال باہر نہ کرلیں۔ (اور اس سے زیادہ نہیں) اور تیسرے رائے شماری اقوام متحدہ کی زیر نگرانی ہو۔ ان میں سے پہلی دو شرطیں حیلے بہانوں کے اس طویل سلسلے کی سب سے پہلی کڑیاں تھیں جو نہرو نے کشمیریوں کے حق خود ارادیت سے انکار کرنے کے لیے ایجاد کیں۔ یہ 'حملہ آور' دائمی ثابت ہوئے ہیں۔ وہ وقت کبھی نہیں آیا جب بھارت کشمیر سے اپنی فوجیں ہٹا لینے پر تیار ہوا ہو۔ ۱۹۵۰ء میں لیاقت علی خاں مرحوم نے جو اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم تھے ایک بار پھر افہام و تفہیم سے کام لینے پر زور دیا۔ انھوں نے بھارتی پردھان منتری کے ساتھ طویل مراسلت کا آغاز کیا جس سے فریقین سے کافی کچھ خیر سگالی پیدا ہوئی۔ لیکن ٹھوس شکل میں کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ پاکستانی وزیر اعظم نے معاہدۂ ترک جنگ کے بارے میں بھارتی وزیر اعظم سے اتفاق کیا بشرطیکہ وہ بھی اس معاہدہ کے منطقی مفروضہ پر اتفاق کرے یعنی دونوں ملکوں کے درمیان جتنے بھی تنازعات باقی ہیں، انھیں بھی گفت و شنید یا مصالحت کے ذریعہ طے کیا جائے۔ اور اگر یہ ناکام ثابت ہو تو ثالثی کے ذریعے۔ اس استثناء کے بغیر کوئی قضیہ جس کی جوں کی توں حالت کسی فریق کے لیے موزوں ہو لازماً غیر معین مدت تک

جاری رہے گی۔ کشمیر ایسے تنازعے کی نمایاں مثال تھی۔ بھارتی وزیر اعظم نے اس سے اتفاق نہ کیا۔ اگرچہ تب سے اس نے اور اس کے رفقائے کار نے بھارتی پیشکش کا بڑا چرچا کیا۔ (علاوہ ازیں یہ دیکھتے ہوئے کہ سابقہ رویہ کیا رہا ہے، اس بات کی ضمانت ہو سکتی تھی کہ ایسا معاہدہ بھارت کو ستمبر ۱۹۶۵ء کے حملے سے باز رکھتا؟)

۹ راگست ۱۹۵۳ء کو مقبوضہ کشمیر کے وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ کو معزول کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ اس کی گرفتاری پر ملک میں جو وسیع پیمانہ پر عوامی بغاوت ہوئی اسے زبردستی کچل دیا گیا۔ اس بغاوت میں جو لوگ ہلاک ہوئے اُن کی تعداد اندازاً ۱۵۰۰ تھی۔ اس پر پاکستان میں بھی غم و غصہ کا اظہار ہوا۔ اس صورت حال میں جو خطرہ پنہاں تھا اس کو محسوس کرتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان نے مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لیے ایک فوری مذاکرہ کی تجویز کی۔ کچھ ابتدائی ہچکچاہٹ کے بعد بھارتی وزیر اعظم نے اس سے اتفاق کیا۔ چنانچہ ۱۷، ۲۰ اگست ۱۹۵۳ء کو نئی دہلی میں اجتماع ہوا۔ اس کے خاتمہ پر دونوں وزرائے اعظم نے ایک مشترکہ اعلامیہ شائع کیا جس میں تنازعے کے فیصلے کے لیے مندرجہ ذیل نہج مقرر کی گئی

(۱) تنازعہ جموں و کشمیر عوام کی مرضی کے مطابق طے کیا جائے جو ساری ریاست میں آزاد اور غیر جانبدارانہ رائے شماری سے معلوم کی جائے۔

(۲) رائے شماری کرنے کے لیئے اپریل ۵۴ء کے آخر تک ناظم رائے شماری مقرر کیا جائے۔

(۳) اس تاریخ سے پہلے وہ ابتدائی مسائل (جیسے ریاست سے افواج کا انخلاء) جن سے اب تک استصواب کی طرف ترقی رکی رہی تھی طے کیے جائیں۔ فوجی اور دیگر ماہرین کی کمیٹیاں مقرر کی جائیں جو ان مسائل کے لیے وزرائے اعظم کو مشورہ دیں۔

اس کے بعد گفت و شنید جو سلسلہ شروع ہوا اس کے دوران میں بھارتی وزیر اعظم نے بعض غیر معمولی تجاویز پیش کیں۔ یعنی (ل) رائے شماری کا نتیجہ بعد ازاں جغرافیائی، اقتصادی اور دیگر حالات کے تحت ہو۔ یا الفاظ دیگر رائے شماری کے بعد تنازعے کے طے ہونے کی کوئی

ضمانت نہ تھی۔

(ب) جموں وکشمیر سے جو ۵ لاکھ افراد ہجرت کر گئے تھے وہ ووٹ دہی میں شامل نہ ہوں۔

(ج) ایڈمرل نمٹز کی بجائے کسی چھوٹے ایشیائی ملک کا فرد ناظم رائے شماری مقرر کیا جائے

جب یہ گفت وشنید جاری ہی تھی اور پاکستان وبھارت کی مقرر کی ہوئی ماہرین کی کمیٹیاں مفصل مذاکرات کر رہی تھیں تو بھارتی وزیر اعظم دسمبر ۱۹۵۳ء میں امریکہ اور پاکستان میں میں ہونے والے معاہدہ، فوجی امداد کی اطلاعات پر جھپٹ پڑا۔ رائے شماری کی سابقہ ذمہ داریوں سے جس طرح وہ صریحاً تلملا ہی رہا تھا، اُس نے اس معاہدہ کو ان ذمہ داریوں سے گلو خلاصی کا بہانہ بنا لیا۔ اس نے یہ حجت تراشی کہ امریکہ نے پاکستان کو جو امداد دی ہے۔ اس نے کشمیر سے متعلق مذاکرات کی نہج بدل دی ہے۔ اور اس کا ریاست سے فوجی انخلاء پر لازماً اثر پڑے گا۔ وزیر اعظم پاکستان نے بے سود یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ پاکستان کو جو فوجی امداد دی گئی ہے اس کا ریاست میں آزاد اور بے لاگ رائے شماری کی خاطر فوجی انخلاء پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اس امداد کی نوعیت پہ خود آئزن ہاور کی یقین دہانی بھی کوئی نتیجہ نہ پیدا کر سکی۔

اس کے بعد دونوں وزرائے اعظم میں جو مراسلت شروع ہوئی وہ بالکل لاحاصل ثابت ہوئی۔ اور آخر کار بھارتی وزیر اعظم کے مراسلہ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۵۴ء میں اس نئی دلیل کا اعادہ کیا گیا کہ پاکستان کو امریکی فوجی امداد نے کشمیری مذاکرات کا پانسہ پلٹ دیا ہے۔ اس لیے ماہرین کی کمیٹی کے مزید اجلاس سے کوئی فائدہ نہیں جو رائے شماری کے ابتدائی مرحلوں سے متعلق اختلافات کو دُور کرنے کے لیے قائم کی گئی تھی۔

لہٰذا اس کے بعد ماہرین کی کمیٹی کا کوئی اجلاس نہ ہوا۔ اور گفت وشنید کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

جب صدر ایوب پاکستان میں برسرِ اقتدار آئے تو انھوں نے اس تنازعے کے پُرامن فیصلہ کے لیے

دوبارہ کوشش شروع کی۔ انھوں نے کہا "ہم بھارت کے ساتھ کوئی تصادم نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس کے معنی بھارت اور پاکستان دونوں کی تباہی ہوگی۔ اس لیے میں اعلان کرتا ہوں کہ پُرامن اور باعزت حل کے لیے ہماری طرف سے دروازہ کھلا رہے گا"

اس اعلان کے بعد صدر ایوب نے ستمبر ۱۹۵۹ء میں اپنے دورۂ مشرقی پاکستان کے دوران ایک مثبت قدم اٹھایا۔ وہ دہلی کے ہوائی اڈے پر اُترے اور بھارتی وزیر اعظم سے ملاقات کی۔ انھوں نے تنازعۂ کشمیر کے فوری فیصلہ کی ضرورت پر زور دیا۔ جس سے دونوں ملکوں کے تعلقات خراب ہو رہے تھے اور ان کی طاقت زائل ہوتی جا رہی تھی۔

دونوں سربراہوں میں کانفرنس وزرائے اعظم دولت مشترکہ منعقدہ مئی ۱۹۶۰ء میں پھر ملاقات ہوئی اور صدر ایوب نے مسٹر نہرو کو پاکستان آنے کی دعوت دی۔

بھارتی وزیر اعظم معاہدۂ طاس سندھ پر دستخط کرنے ستمبر ۱۹۶۰ء میں پاکستان آئے اور صدر ایوب کے ساتھ بھارت و پاکستان کے روابط سے متعلق معاملات پر طویل مذاکرات کیے۔ تنازعۂ کشمیر کو ان مذاکرات میں نمایاں حیثیت حاصل رہی۔ ان کے خاتمہ پر ایک مشترکہ اعلامیہ شائع ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ :

"بھارتی وزیر اعظم اور صدر ایوب کے مابین کشمیر کے متعلق بے تکلف، دوستانہ تبادلۂ خیالات ہوا۔ یہ مذاکرات بڑی ہی پُرتپاک فضا میں ہوئے۔ دونوں اصحاب اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ ایک دقیق مسئلہ ہے جس کے تمام پہلوؤں پر احتیاط سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ صدر ایوب اور وزیر اعظم ہند متفق ہیں کہ اس کا حل تلاش کرنے کے لیے اس پر مزید توجہ دی جائے"

لیکن اس کے جلد ہی بعد وزیر اعظم ہند نے اخبار نویسوں کو یہ بتایا کہ کشمیر کی موجودہ صورت حال کو بدلنے کی کوئی کوشش بھی طوفانی ہواؤں کا بھنڈار کھول دے گی۔ یہ تھی وہ "مزید توجہ" جس کا انھوں نے مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں وعدہ کیا تھا۔

تین سال بعد جونہی چین اور بھارت کی سرحدی جنگ چھڑی۔ یو۔ ایس۔ اے کے ایورال ہریمن اور برطانیہ کے ڈنکن سینڈیز کی ذاتی کوششوں کے باعث بھارتی وزیر اعظم نے پاکستان کے ساتھ مسئلہ کشمیر پر بات چیت کرنے پر اتفاق کیا اور ۳۰ نومبر ۶۲ء کو راولپنڈی اور نئی دہلی سے یہ مشترکہ اعلامیہ بیک وقت شائع ہوا:

"صدر پاکستان اور بھارتی وزیر اعظم متفق ہیں کہ کشمیر اور دیگر متعلقہ امور کے بارے میں دونوں ملکوں کے باقی ماندہ اختلافات کو دُور کرنے کے لیے دوبارہ کوشش ہونی چاہیے تاکہ بھارت اور پاکستان ایک ساتھ امن اور دوستی کے ساتھ رہ سکیں۔
بنابریں انھوں نے جلد ہی اس غرض سے مذاکرات کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ ایک باعزت اور منصفانہ تصفیہ کریں۔
یہ مذاکرات ابتدائً وزارتی سطح پر ہوں گے اور مناسب مرحلے پر۔
مسٹر نہرو اور صدر ایوب میں براہِ راست گفتگو ہوگی۔

اس معاہدے کے نتیجے میں دسمبر ۶۲ء سے لے کر مئی ۶۳ء تک وزارتی سطح پر چھ بار مذاکرات ہوئے۔ یہ مذاکرات بالکل بے کار ثابت ہوئے۔

بھارت نے جو مؤقف اختیار کیا تھا اس سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھا یعنی کشمیر بھارت کا اٹوٹ حصّہ ہے۔ اور وہ جنگ بندی لائن پر چھوٹی موٹی تبدیلیوں ہی پر رضامند ہو سکتا ہے۔ صورت حال بالکل مایوس کن پا کر پاکستانی وفد کو چھٹے مذاکرہ کو ختم کر کے سارے سلسلے کو ہی بند کر دینا پڑا۔